حج قرآن وسنت کی روشنی میں

سید وسیم رضا زیدی

دین اسلام جو دین فطرت بھی ہے اس کی تعلیم از ابتدائے خلقت تا انتہائے خلقت ممتاز ومنفرد ہے اس میں انسانی حیات کے مختلف شعبوں پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ اسلام ہی تھا جس نے عرب جیسی لڑاکو اور جنگجو قوم کو درس انسانیت پڑھایا اور انہیں انسانی خوبیوں سے آراستہ کر کے مسلمان اور صاحب ایمان بنا کر سلمان و ابوذر جیسے گوہر نایاب عالم ہستی کو عطا کئے ،جو رہتی دنیا تک اپنے کردار کی سرفرازی سے اسلام کی سربلندی کا اعلان کرتے رہیں گے کہ تعلیمات اسلامی میں جہاں ایک طرف مزاج بندگی ہے وہیں سیاستِ شفاف کا حسین امتزاج بھی۔ اور اگر اس کے اسی انضمام کو اس کی ہمہ گیریت کے ساتھ دیکھا جائے تو حج اپنی انفرادی شناخت رکھتا ہے جس میں ایک جانب اللہ کی بندگی کا مزاج ہے جو طہارت، نماز، طواف، احرام، سعی، وقوف عرفات ومزدلفہ، منیٰ میں قربانی ، سر منڈوانا۔ رمی جمرات وغیرہ میں پایا جاتا ہے تو دوسری طرف لباس احرام (لنگی، چادر) میں ایک عجب سی سادگی کا وجود بھی جو یہ پیغام دے رہا ہے کہ اللہ کے نزدیک سب برابر ہیں وہاں کسی قسم کا کوئی امتیاز نہیں ہے مگر یہ کہ جو منزلِ تقویٰ میں بلند ہو۔ اس کے ارکان وافعال اپنے آپ میں ایک مکمل پیغام حیات دے رہے ہیں جن پر عمل کر کے انسانی معاشرہ جنت کا نمونہ بن سکتا ہے ۔ بشرطیکہ انسان اس کو للّٰہیت کے عنوان سے ادا کرے نہ کہ شہرت بٹورنے اور دکھاوے کے لئے۔

حج کے لغوی معنی قصد وارادہ کے ہیں اور اصطلاحِ شرع میں مکۂ مکرمہ میں حضرت ابراہیمؑ کی تعمیر کردہ عمارت خانۂ کعبہ کا طواف اور مکہ معظّمہ کے مختلف مقامات مقدسہ منیٰ ،عرفات، مزدلفہ میں مقرر دنوں اور مقرر اوقات میں حاضر ہوکر بحالت احرام افعال ومناسک کی بجا آوری کو حج کہا جاتا ہے۔ عظمت حج کے لئے امام صادق علیہ السلام کا یہ جملہ سند ہے کہ:۔

وہ شخص یہودی اور نصرانی کی موت مرا جس نے استطاعت حج ہونے کے باوجود اسے ادا نہیں کیا۔ حج ایسا اجتماع اور پیغام توحید ہے جو حاجی کو خودستائی اور نفس پرستی کے دلدل سے نکال کر ایسے ماحول میں منتقل کر دیتا ہے جہاں ملک،قوم، رنگ، لباس، زبان ونسل کا افتراق وجود خدا کی گواہی اور لبیک

کی صداؤں کے ساتھ معدوم ہوجاتا ہے اور بندہ ایک ہوکر بقاء فی اللہ اور فناء فی اللہ کی منزلوں کو طے کرکے ثواب معرفت وعظمت کا ہمالیہ سر کرلیتا ہے اور اس کے تمام مناسک اپنے آپ میں حیات وممات دنیا وآخرت کی سعادت مندی کے ضامن ہیں۔ الغرض اس کی ماہیت وجامعیت کے بارے میں یہ کہا جائے تو شاید کوئی مبالغہ نہ ہوگا کہ حج ایک ایسا قصد وارادہ ہے جس میں اجتماعی عبادت بھی ہے اور اپنے رب کے حکم پر اجتماعی اور ہمہ گیر حاضری بھی۔ حج کے سفر میں انسان اپنے رب کے حضور حاضری کے ساتھ دنیا کے مسلمانوں کے درمیان باہمی ارتباط بھی پیدا کرتا ہے۔ حج کی افادیت اور معنویت سے وہی بہرہ مند ہوسکتا ہے جو خود اس عظیم عبادت کو انجام دے رہا ہو اور اس لطف الٰہی کی شیرینی عبادت کو محسوس کررہا ہو اس کی یہ معنویت کیا کم ہے کہ بندہ ہمہ وقت یہ خیال رکھتا ہے کہ ہم بارگاہِ رب العزت میں حاضر ہیں اور یہ حضور اس بات کی ضمانت ہے کہ وہ اپنے مہمان کو نوازنے میں کمی نہیں کرتا ہمارا دامن تو کوتاہ ہوسکتا ہے لیکن اس کی عطا میں کمی نہیں آئے گی بشرطیکہ ہمارا یہ عمل خالصتاً للہ ہو۔

حج بیت اللہ کے اس قدر فضائل وامتیازات قرآن وسنت میں بیان کیے گئے ہیں کہ ان کا احصاء کرنا قوت بشر سے باہر ہے، لیکن موضوع کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے آیات وروایات کی روشنی میں حج جیسی انفرادی واجتماعی عبادت کو بیان کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

قرآن کی روشنی میں حج

قرآن مجید اسلام کی دستوری کتاب ہے اور اس میں احکامات اسلامی کو آیت کی صورت میں بیان کیا گیا ہے جہاں نماز کا حکم ہے وہیں جہاد کا تذکرہ، تو کہیں نکاح وطلاق کا بیان تو کہیں روزہ کی گفتگو تو کیسے ممکن تھا کہ کلام خدا حج جیسی انفرادی وہمہ گیر عبادت کا تذکرہ نہ کرتا چنانچہ قرآن کریم نے اعلان حج کے حکم سے لے کر تقصیر، وقوف، قربانی، طواف، سعی وغیرہ کے بیان کے ساتھ ساتھ حج میں کیے گئے غیر شرعی عمل کے کفارہ کا بھی تذکرہ کردیا ہے جسے میں نے سلسلہ وار رقم کرنے کی کوشش کی ہے۔

حکم حج کا اعلان: اس سلسلے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ [1]

ترجمہ: اور لوگوں کے درمیان حج کا اعلان کرو کہ لوگ تمہاری طرف پیدل اور لاغر سواریوں پر

دور دراز علاقوں سے سوار ہو کر آئیں گے۔

حج فروعات اسلامی میں تیسری اہم تکلیف شرعی ہے نماز، روزہ، کے بعد حج کا ہی نمبر آتا ہے۔ اس کی اہمیت وافضلیت کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید کا ۲۲واں سورۂ حج اسی نام سے موسوم ہے اس کے علاوہ کسی بھی فروع کے نام سے پورے سورہ کا نام نہیں رکھا گیا یہ اس کے خاص امتیاز میں سے ایک ہے۔

حج کی ابتدا جناب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں ہوئی تھی جب انہوں نے بیت اللہ کی دیواروں کو اٹھا کر خانہ کعبہ بنادیا تو حکم الٰہی ہوا کہ اے ابراہیمؑ اب لوگوں کو حج کے لئے بلاؤ جیسا کہ اس آیت کریمہ میں جو ۲۲/واں سورہ الحج اور ۲۷ویں آیت میں بیان کیا گیا ہے۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علی بن ابراہیم نے فرمایا کہ جب ابراہیم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابراہیمؑ لوگوں کو حج کے لئے بلاؤ تو ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میرے رب اس وادی غیر ذی ذرع میں کون سنے گا اور لوگوں تک میرا پیغام کیسے پہونچے گا، جواب آیا ابراہیم علیہ السلام تمہارا کام لوگوں کو پکارنا ہے تم پکارو میں تمہاری آواز کو لوگوں تک پہونچانے والا ہوں، ابراہیم علیہ السلام ایک بلند مقام پر چڑھ گئے اور وہ خانہ کعبہ سے متصل اپنے مقام سے بلند ہوئے یہاں تک کہ بلندئ جبل تک رسائی ہوگئی، پس آواز دی اور اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں ڈال کر پکارا۔ "ایّھا النّاس کتب علیکم الحج" اے لوگوں تم پر حج لکھ دیا گیا ہے تو اس آواز پر ساتوں سمندروں کی تہوں مشرق ومغرب اور مٹی کے ذرات سے مَردوں کی صلب اور عورتوں کے ارحام سے تلبیہ کی آواز بلند ہوئی کہ "لبّیک اللّٰھم لبّیک لا شریک لک لبّیک،، پس جس نے بھی اس آواز پر لبیک کہا انہوں نے حج کیا اور قیامت تک حج کریں گے۔[۲]

استطاعت کے ساتھ وجوبِ ادائیگیٔ حج:

وللّٰہ علی النّاس حجّ البیت من استطاع الیہ سبیلاً ومن کفر فانّ اللّٰہ غنیٌّ عن العالمین"[۳] اس آیت کریمہ میں حکم تشریعی اور اس کی واقعیت کے سلسلہ میں صاحب "تفسیرالمیزان" فرماتے ہیں کہ: وللّٰہ علی النّاس "یہ جملہ من دخلہ کان امنا" کی طرح سابقہ حکم تشریعی کی خبر دیتا ہے اگر چہ یہ بھی ممکن ہے کہ جملہ انشائیہ ہو یعنی اس میں سابقہ حکم سے آگاہی دلانے کے بجائے مستقل حکم جاری کیا گیا ہو اسکا مطلب یہ ہوا کہ یہ ایک امضاء ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے

شروع کردہ اعمال ومناسک حج پر لیکن سیاق کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا جملہ خبریہ ہونا زیادہ اقرب الی الواقع ہے یعنی تشریعی حکم خبر پر مشتمل ہونا زیادہ واضح وروشن ہے۔ ۴

مفہوم استطاعت: من استطاع الیہ سبیلاً کی تفسیر کرتے ہوئے حافظ عماد الدین ابو الفداء ابن کثیر اپنی تفسیر ابن کثیر میں فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ سبیلا سے کیا مراد ہے تو آپ نے فرمایا کہ کھانے پینے کے لائق سامان اور سواری ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے من استطاع ...... کی تفسیر میں آگے فرمایا کہ" زادسفر وراحلہ توشہ وسواری کا ہونا۔ مسند کی ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ فرض حج جلدی ادا کرلیا کرو ورنہ نہیں معلوم کیا پیش آئے اور سنن ابی داؤد وغیرہ میں حج کا ارادہ جلد پورا کرلیا کرو۔

اسی آیت کی تفسیر میں ایک اور روایت حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص کھانے پینے اور سواری پر قدرت رکھتا ہو اور اتنا مال بھی اس کے پاس ہو پھر بھی حج نہ کرے تو اسکی موت یہودیت اور نصرانیت پر ہوگی۔

تفسیر ابن کثیر فی تفسیر سورۂ آل عمران، آیت ۹۷

مفسر حافظ عماد الدین ابو الفداء ابن کثیر

مترجم خطیب الہند مولانا محمد جونا گڑھی

ناشر مکتبہ قدسیہ

تفسیر درمنثور کے مطابق استطاعت کے معنی:

امام احمد بن حنبل، امام ترمذی ابن ماجہ، ابن ابی حاکم نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ اور امام ترمذی اس روایت کو حسن قرار دیتے ہیں، حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ جب آیت " وللّٰہ علی النّاس حجّ البیت من استطاع الیہ سبیلاً" نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ کیا ہر سال؟ تو حضور ﷺ خاموش رہے۔ صحابہ کرام نے پھرعرض کیا یا رسولؐ اللہ کیا ہر سال؟ حضور ﷺ نے فرمایا نہیں اگر میں "نعم" کہہ دیتا تو تم پر ہر سال حج واجب ہوجاتا۔ ۵

تفسیر انوار النجف میں استطاعت کے معنی

اسی آیت وللّٰہ علی النّاس حجّ البیت من استطاع الیہ سبیلاً "کی تفسیر کرتے ہوئے

صاحب تفسیر صافی امام صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ یہاں حج اور عمرہ دونوں مراد ہیں اور استطاعت کے متعلق آپ سے مروی ہے کہ بدن تندرست ہو اور مالی طاقت موجود ہو تو وہ مستطیع ہو گا۔ اور ایک اور روایت میں ہے کہ بدن تندرست ہو زاد راہ وراحلہ موجود ہو راستہ پُر امن ہو بہرکیف فقہائے امامیہ کے نزدیک وجوب حج کے شرائط درج ذیل ہیں۔

(۱) کامل العقل ہو، لہٰذا نابالغ اور دیوانے پر حج واجب نہیں ہوتا۔

(۲) آزاد ہو۔ لہٰذا غلام پر حج واجب نہیں ہے۔

(۳) زاد راحلہ موجود ہو۔ یعنی مالی طاقت موجود ہو کہ اپنے راستہ کے آمد ورفت کے اخراجات کے علاوہ اپنی واپسی تک اپنے بال بچوں اور دیگر واجب النفقہ افراد کی ضروریات زندگی کا انتظام کرسکتا ہو۔[۶]

تفسیر امثل کے مطابق استطاعت حج کے معنی: اسی آیت کی تفسیر میں آیۃ اللہ العظمیٰ ناصر مکارم شیرازی دام ظلہ فرماتے ہیں کہ " وللّٰہ علی النّاس حجّ البیت من استطاع الیہ سبیلاً "اس جملے میں تمام لوگوں کو حج کی انجام دہی کا حکم دیا گیا ہے اور اسے لوگوں کے ذمہ خدائی قرض قرار دیا ہے۔ چنانچہ "وللّٰہ علی النّاس حجّ البیت من استطاع الیہ سبیلاً " کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے لئے لوگوں کے ذمہ ہے، لفظ حج کے لغوی معنی قصد وارادہ ہیں۔ اسی مناسبت سے راستہ کو محجۃ کہا جاتا ہے علیٰ وزن مودۃ، کیونکہ وہ انسان کو اپنے مقصد تک پہونچا دیتا ہے اور دلیل وبرہان کو حجت اس لئے کہتے ہیں کہ وہ مقصود کو روشن کردیتی ہے باقی یہ بات کہ ان مخصوص رسومات کو حج سے کیوں تعبیر کیا جاتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان مراسم میں شرکت کے لئے چلتے وقت خانۂ خدا کی زیارت کا قصد کیا جاتا ہے اسی بناء پر آیت مذکورہ میں حج کی اضافت بیت کی طرف ہے۔

جیسا کہ اس سے قبل بھی اس بات کا اشارہ کیا گیا ہے کہ حج کے مراسم پہلی دفعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور میں رائج ہوئے اس کے بعد ایک سنت کی شکل اختیار کر گئے یہاں تک کہ زمانۂ جاہلیت میں بھی اس کا سلسلہ جاری رہا۔ بعد ازاں اسلام نے اس سے خرافات جاہلیت کو دور کر کے اس کو خالص اور مکمل حج کی شکل دی اور ہر وہ شخص جو استطاعت حاصل کرلیتا ہے اس پر زندگی میں صرف ایک مرتبہ حج واجب ہے اور یہ آیت بھی اس جانب اشارہ کرتی ہے کیونکہ اس میں حکم، حکم مطلق ہے اور اس سے ایک مرتبہ کی انجام دہی سے بھی اطاعت پروردگار ہوجاتی ہے اور حج کے

وجوب کے سلسلے میں صرف ایک شرط لگائی گئی ہے اور وہ ہے استطاعت وقدرت جیسا کہ ارشاد ہوا ''من استطاع الیہ سبیلا'' جو خانۂ خدا کی طرف جانے کی قدرت رکھتا ہو، البتہ اسلامی روایات اور کتب فقیہہ میں استطاعت کی تفسیر میں یہ چیز شامل کی گئی ہیں۔ زادِ راہ، سواری، جسمانی قوت، راستے میں امن اور حج سے واپسی پر گذر اوقات کی طاقت لیکن اصل میں یہ سب چیزیں اس آیت میں درج ہیں کیونکہ استطاعت کے معنی توانائی وقدرت کے ہیں جس میں تمام امور شامل ہیں۔ ۷

اوقات حج: الحج اشهر معلومات فمن فرض فيهنّ الحجّ فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فى الحجّ وما تفعلوا من خير يَعلمهُ اللّٰه وتزوّدوا فانّ خيرا الزّاد التّقوٰى واتّقون يآ اُولى الألباب۔ ۸

حج چند مقررہ مہینوں میں ہوتا ہے اور جو شخص بھی اس زمانے میں اپنے اوپر حج لازم کر لے اسے عورتوں سے مباشرت گناہ اور جھگڑے کی اجازت نہیں ہے اور تم جو بھی خیر کرو گے خدا اسے جانتا ہے اپنے لئے زاد راہ فراہم کرو کہ بہترین زاد راہ تقویٰ ہے اور اے صاحبانِ عقل ہم سے ڈرو۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ابوعبد اللہ علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الحج اشهر معلومات فمن فرض فيهن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فى الحجّ۔ کہ حج کے مقرر مہینے شوال ذی القعدہ اور ذی الحجہ ہے۔ ۹

اس آیت میں حج کے مہینوں کا ذکر ہے کہ سب لوگ ان سے آگاہ ہیں۔ روایات میں ان مہینوں کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ وہ مہینے یہ ہیں، شوال، ذی قعدہ، ذی الحجہ، اگر چہ حج کا وقت ماہ ذی الحجہ کے ابتدائی ایام ہیں لیکن ان ایام کے حوالے سے پورے مہینے کو حج کا مہینہ شمار کرنا بالکل اسی طرح ہے جس طرح ہم کہتے ہیں کہ میں آپ کے پاس جمعہ کے دن آؤں گا جب کہ مراد جمعہ کا پورا دن نہیں بلکہ اس کا بعض حصہ مراد ہوتا ہے۔

زیرنظر آیت کریمہ میں لفظ حج تین مرتبہ ذکر ہوا ہے اور اسم مضمر کے مقام پر اسم ظاہر کو لایا گیا ہے جب کہ ادبی لحاظ سے اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے ضروری تھا کہ اسم ظاہر کے بجائے ضمیر کا ذکر کیا جاتا لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ اصل لفظ حج کو یکے بعد دیگرے تین بار ذکر کر دیا گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ تینوں لفظوں میں مستقل معنی مقصود ہیں۔ چنانچہ پہلے لفظ حج میں (الحجّ اشهر معلومات) حج

کا وقت۔ دوسرے لفظ حج (فمن فرض فیھنّ الحج) میں اصل عمل حج اور تیسرے لفظ حج (فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحجّ) میں اسکا زمان ومکان مراد ہے۔ لہٰذا اگر اس ضمیر کی جگہ اسم ظاہر کا ذکر نہ کیا جاتا تو مذکورہ تینوں معانی کی تفصیلی وضاحت کے لئے تفصیلی بیان ضروری ہوتا جس سے کلام بے جا طولانی ہوجاتا اور حسن اظہار باقی نہ رہتا۔

فمن فرض فیھنّ الحج۔ میں لفظ فرض سے مراد اعمال حج کا شروع کرنا ہے لہٰذا معنی یہ ہوگا کہ جو شخص ان مہینوں میں اعمال حج شروع کردے اس کی دلیل ہے کہ خداوند عالم نے فرمایا "واتمّوا الحجّ والعمرۃ للّٰہ" اور تم حج اور عمرہ کو خدا کے لئے پورا کرو تو پورا کرنا (اتمام) شروع کرنے سے مناسبت رکھتا ہے۔ لفظ رفث کے بارے میں پہلے بیان ہوچکا ہے کہ اسی سے ان مطالب کا صراحت کے ساتھ ذکر کرنا مراد ہے جن کا تذکرہ ان کے قبیح ہونے کیوجہ سے کنایہ کیا جاتا ہے۔ فسوق سے مراد دائرہ اطاعت وفرمانبرداری سے خارج ہونا ہے۔ (نافرمانی) اور جدال کا معنی جھگڑا کرنا ہے لیکن روایات میں رفث سے مراد جماع، فسوق سے مراد جھوٹ اور جدال سے مراد لا واللہ اور بلیٰ واللہ (گفتگو میں قسمیں کھانا) ہے۔ ۱۰؎

تفسیر امثل کے مطابق قرآن یاد دلاتا ہے کہ حج کا عمل معین مہینوں میں انجام پانا چاہیے اور اسے سال بھر انجام نہیں دیا جا سکتا اور جیسا کہ کتب حدیث، تفسیر، اور فقہ میں ہے کہ یہ عظیم عبادت صرف شوال، ذی القعدہ، اور ذی الحجہ کے پہلے دس دنوں میں انجام دی جا سکتی ہے جو یوم تاسع یعنی نویں، دسویں، گیارہویں اور بارہویں ذی الحجہ کی تاریخیں ہیں اور دوسری قسم مقررہ مدت میں انجام دی جائے۔ ۱۱؎

مشعرالحرام میں ذکر الٰہی:

لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلاً من رّبکم فاذا افضتم من عرفات فاذکروا اللّٰہ عند المشعر الحرام واذکروہُ کما ھدٰکم وان کنتم من قبلہ لمن الضّالّین ۔۱۲؎

تمہارے لئے کوئی حرج نہیں ہے کہ اپنے رب کے فضل وکرم کو تلاش کرو۔ پھر جب عرفات سے کوچ کرو تو مشعر الحرام کے پاس ذکر خدا کرو اور اس طرح ذکر کرو جس طرح اس نے ہدایت دی ہے اگر چہ تم لوگ اس کے پہلے گمراہوں میں سے تھے۔

یہ آیت مبارکہ سورۂ جمعہ کی آیت نمبر ۱۰ کی مانند ہے جس میں یوں ارشاد ہوا:

یاایّھا الّذین آمنوا اذا نودی للصّلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللّٰہ و ذرو البیع" اے اہل ایمان جب جمعہ کے دن نماز کے لئے بلایا جائے تو جلدی سے خدا کے ذکر کے طرف آؤ اور خرید وفروخت چھوڑ دو۔

اس آیت کریمہ میں نماز ادا کرنے کے لئے خرید وفروخت ترک کرنے کا حکم دیا ہے اور اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے۔ فاذا قضیت الصّلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللّٰہ" پس جب تم نماز سے فارغ ہوجاؤ تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔اس آیت میں (بیع) کے لفظ کے بجائے (خدا کا فضل تلاش کرنے) کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جس سے مراد (بیع) ہی ہے اس لئے زیرنظر آیت کریمہ (لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلاً مّن رّبکم) کی تفسیر میں جو روایت وارد ہوئی ہے اس میں خدا کا فضل تلاش کرنے سے بیع یعنی خرید وفروخت کا معنی مراد لیا گیا ہے۔ بنا برایں یہ کہ آیت حج کے دوران خرید وفروخت کے جواز کی دلیل ہے۔

آگے کی آیت کے ٹکڑے میں یہ مراد ہے کہ تم خدا کا ایسا ذکر کرو جو اس کی ہدایت کے مماثل وشایان شان ہو جس سے اس نے تمہیں نوازا جب کہ تم اس کی اس ہدایت سے قبل گمراہی کے سمندر میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ۱۳؎

مشعر الحرام: مشعر الحرام کے بارے میں علامہ ناصر مکارم شیرازی دام ظلّہ فرماتے ہیں کہ مشعر الحرام وہ جگہ ہے جو شعائر حج کا مرکز ہے اور عظیم و پرشکوہ آسمانی مراسم کی نشانی ہے لیکن یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ مشعر شعور کے مادہ سے ہے۔ اس تاریخی رات (دس ذی الحجہ کی رات) جب زائرین خانۂ خدا اور عرفات میں اپنا تربیتی پروگرام مکمل کرنے کے بعد ادھر کوچ کرتے ہیں ،رات ڈھلنے سے صبح تک نرم پتھروں پر تاروں بھرے آسمان تلے، ایک ایسی سرزمین پر جو محشر کبریٰ کا نمونہ اور قیامت عظمیٰ کا ایک مظہر بنی ہوئی، لوگ ہر طرف یوں پھیلے ہوئے ہوتے ہیں جیسے ٹھاٹھیں مارنے والے سمندر کی طوفانی موجیں موجود ہوں۔صبح تک لوگوں کی آوازیں اس سرزمین پر سنائی دیتی ہیں۔

جی ہاں! آلائش سے پاک اس پاکیزہ اور ہلا دینے والے ماحول میں۔ احرام کے معصومانہ لباس میں۔ نرم کنکریوں پر بیٹھا انسان اپنے اندر یوں محسوس کرتا ہے جیسے فکر وشعور کے تازہ چشمے اُبل رہے ہوں۔ اور ان کا پانی دل کی گہرائیوں میں گر رہا ہے اور وہ اپنے اندر سے ان جھرنوں کی آواز صاف طور پر سن رہا ہے۔ ہاں اسی جگہ کو مشعر الحرام کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ۱۴؎

ایام تشریق سے مراد:

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِى أَيَّامٍ مَعْدُودَاتٍ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِى يَوْمَيْنِ فَلاَإِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلاَإِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنْ اتَّقَى وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۔[۱۵]

اور چند معین دنوں میں ذکر خدا کرو اس کے بعد جو دو دن کے اندر جلدی کرے گا اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اور جو تاخیر کرے گا اس پر بھی گناہ نہیں ہے بشرطیکہ پرہیزگار ہو اور اللہ سے ڈرو اور یہ یاد رکھو کہ تم سب اسی کے طرف محشور کیے جاؤ گے۔

ایاّم معدودات سے مراد ایاّم تشریق ہے اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ حلق ذبح، رمی جمرات اور نمازوں کے بعد تکبیر کہو۔ اور ایاّم تشریق کے بعد یہ دن آتے ہیں یعنی یوم النحر کے بعد۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ ہمارے ائمہ نے فرمایا ایاّم معلومات ۱۰ر ذی الحجہ ہے اور حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایاّم المعلومات یوم العرفہ، یوم النحر اور اس کے بعد کے دو دن ہیں۔[۱۶]

اور ''تفسیر المیزان'' کے مطابق ایاّم معدودات (گنے ہوئے یا چند معین دنوں) سے مراد ایاّم تشریق یعنی تین دن ۱۱، ۱۲، ۱۳، ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ خدا کا ذکر کرنے کا حکم (واذکروا اللّٰہ) اعمال حج سے فارغ ہونے کے بعد دیا گیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کا تعلق ۱۰ر ذی الحجہ کے بعد سے ہے اور ایاّم معدودات سے تین دن مراد ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس کے فوراً بعد ارشاد ہوا۔ فمن تعجّل فی یومین فلاَ إثم علیہ " یعنی جو شخص ان دودنوں میں جلدی کرے گا اس پر بھی کوئی گناہ نہیں ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حج اصل ایاّم تین دن ہیں ایک وہ دن جس میں کوچ کیا جائے گا اور دو دن وہ جس میں جلدی سے اعمال بجا لائے جائیں تو مجموعی طور پر تین دن ہوئے۔[۱۷]

حکم طواف اور نماز طواف:

وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِلنَّاسِ وَأَمْنًا وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى وَعَهِدْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ [۱۸]

اور اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے گھر (خانۂ کعبہ) کو ثواب اور لوگوں کے لئے امن کی جگہ بنایا اور حکم دے دیا کہ مقام ابراہیمؑ کو مصلیٰ بناؤ اور ابراہیمؑ واسماعیلؑ سے عہد لیا کہ ہمارے گھر کو

طواف اور اعتکاف کرنیوالوں اور رکوع وسجدہ کرنے والوں کے لئے پاک وپاکیزہ بنائیں۔ اس آیت کریمہ میں دو امور کی طرف اشارہ کیا گیا ہے : ایک حج کا حکم اور دوسرا خانۂ کعبہ کا جائے امن ہونا، مثابۃ لوٹ کے آنے یارجوع کرنے کی جگہ کو کہتے ہیں ، چنانچہ یوں کہا جاتا ہے " واتّخذوا من مقام ابراهیم مصلّی" یہ جملہ معنی کے لحاظ سے "جعلنا البیت مثابةً "کی طرف عطف ہے کیونکہ" جعلنا البیت " میں حج کے حکم کو بیان کیا گیا ہے لہٰذا اس کے بعد " واتّخذوا من مقام ابراهیم مصلّی" یعنی تم مقام ابراہیم کو مصلیٰ قرار دو سے مراد گویا یہ ہے: واذ قلنا للنّاس توبوا الی البیت مثابة وحجّوا الیه " واتخذوا من مقام ابراهیم مصلّی" اور جب ہم نے لوگوں سے کہا کہ تم بیت اللہ کی طرف لوٹ آؤ اور حج انجام دو اور مقام ابراہیم کو مصلی قرار دو۔

بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ اس فقرے(واتّخذوا...) میں قلنا مقدر مفروض وپوشیدہ ہے یعنی در اصل جملہ یوں ہے" واتّخذوا من مقام ابراهیم مصلّیٰ" اور ہم نے کہا تم مقام ابراہیمؑ کو مصلیٰ قرار دو گویا" اتّخذوا ..جو کہ حکم ہے اس سے پہلے قلنا ہم نے کہا پڑھیں تو معنی واضح ہوجائے گا۔ اور مصلیٰ اسم مکان ہے۔ اس کا معنی ہے صلوٰۃ یعنی دعا کرنے کی جگہ، گویا اس سے مراد یہ ہے کہ تم مقام ابراہیمؑ سے دعا کرنے کی جگہ بنا لو۔

اس مقام پر اہم نکتہ جو قابل توجہ ہے وہ" واذ جعلنا البیت مثابةً " بظاہر مقام ابراہیمؑ میں نماز ادا کرنے کے حکم کی وجہ کو بیان کرنے اور لوگوں کو اس کی اہمیت سے آگاہ کرنے کے لئے ہے یہی وجہ ہے کہ خداوند عالم نے،نہیں کہا ہے :"صلّوا فی مقام ابراهیمؑ " تم مقام ابراہیم میں نماز ادا کرنے کی جگہ بناؤ یعنی براہ راست یہ حکم صادر نہیں فرمایا کہ تم مقام ابراہیمؑ میں نماز ادا کرو بلکہ وہاں جگہ بنانے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد ہوا۔تم مقام ابراہیم سے نماز ادا کرنے کی جگہ بناؤ۔ ۱۹

وعهدنا الی إبراهیم وإسماعیل أن طهّرا بیتی:اس آیت کریمہ سے مراد حکم ہے یعنی ہم نے ابراہیمؑ واسماعیلؑ کو حکم دیا۔طہّرا کے دو معنی ہیں۔

(۱) خانہ کعبہ کو عبادت اور اعمال حج بجا لانے کے لئے مخصوص کردو، یعنی اسے طواف کرنے والوں مجاوروں ، اعتکاف میں بیٹھنے والوں، اور نماز اداکرنے والوں کی عبادت اور حج کے اعمال بجالانے کے لئے مختص کردو۔

اس معنی کی روشنی میں مخصوص کردینے کو تطہیر یعنی پاک کرنے سے تعبیر کرنا۔ استعارہ بالکنایہ

کہلاتا ہے ۔ تو اب اس علمی اصطلاح کے حوالے سے آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ '' ہم نے ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کو حکم دیا کہ میرے گھر کو عبادت کے لئے مختص کردو ۔ اس میں عبادت ہی عبادت بجا لائی جائے اور یہ بھی ایک طرح کا پاک کرنا ہے۔

(۲) اسے ان گندگیوں اور غلاظتوں سے پاک اور صاف ستھرا کردو جو لوگوں نے بے توجہی سے یہاں ڈال دیا ہے۔ یعنی یہ کہ لوگوں نے اسے صاف رکھنے میں بے توجہی برتی ہے اس لئے اس میں گندگی ہوگئی ہے لہٰذا اسے پاک وصاف کردو۔ ۲۰

'' اَن طھّرا بیتی '' کے متعلق ابو الاعلیٰ مودودی رقمطراز ہیں:

" میرے گھر کو پاک رکھو اس سے مراد صرف یہی نہیں ہے کہ کوڑے کرکٹ سے اسے پاک رکھا جائے بلکہ خدا کے گھر کی اصل پاکی یہ ہے کہ اس میں خدا کے سوا کسی کا نام بلند نہ ہو، جس نے خانۂ خدا کے سوا کسی دوسرے کو مالک ،معبود ، حاجت روا اور فریاد رس کی حیثیت سے پکارا ،اس نے حقیقت میں اسے گندا کردیا۔'' ۲۱

سعی بین الصفا والمروۃ:

إنّ الصّفا والمروۃ من شعائر اللّٰہ فمن حجّ البیت اواعتمر فلا جناح علیہ ان یّطوّف بھما ومن تطوّع خیراً فانّ اللّٰہ شاکر علیم'' ۲۲

بیشک صفا اور مروہ دونوں پہاڑیاں اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں لہٰذا جو شخص بھی حج یا عمرہ کرے اس کے لئے کوئی حرج نہیں ان دونوں پہاڑیوں کا چکر لگائے اور جو مزید خیر کرے گا تو خدا اس کے عمل کا قدردان اور اس سے خوب واقف ہے۔ صفا اور مروہ یہ مکہ کے اندر دو پہاڑوں کا نام ہے اور یہ دونوں شعائر خاص ہیں۔ ۲۳

تقصیر سے مراد:

لقد صدق اللّٰہ رسولہ الرُّءیا بالحقّ لتدخلنّ المسجدالحرام إن شاء اللّٰہ آمنین محلّقین رؤسکم ومقصّرین لا تخافون ۝ فعلم مالم تعلموا فجعل من دون ذٰلک فتحاً قریباً'' ۲۴

بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو سچا خواب دکھایا تھا کہ خدا نے چاہا کہ تم لوگ

مسجد الحرام میں امن وسکون کیساتھ سر کے بال منڈا کر اور تھوڑے سے بال کاٹ کر داخل ہو گے اور تمہیں کسی طرح کا کوئی خوف نہ ہوگا تو اسے وہ بھی معلوم تھا جو تمہیں معلوم تھا تو اس نے فتح مکہ سے پہلے ایک قریبی فتح قرار دے دی۔

آیۃ اللہ ناصر مکارم شیرازی دام عزّہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے اس مقام ملاحظہ نمبر (۴) محلّقین رؤسکم و مقصّرین'' کی تفسیر یوں بیان کرتے ہیں کہ آیت کا یہ ٹکڑا جملہ مراسم عمرہ کے آداب میں سے ایک کی طرف اشارہ ہے جسے تقصیر کہتے ہیں اور اس کے ذریعہ حج کا احرام کھولا یا اتارا جاتا ہے اور بعض اس آیت کو تخییر پر مبنی کرتے ہیں۔ تقصیر اور احرام سے باہر نکلنے کو دلیل و برہان قرار دیتے ہیں کیونکہ محرم سر بھی منڈوا سکتا ہے یا اپنے ناخن کٹوا سکتا ہے۔ ان دونوں ہی کے درمیان جمع قطعاً اور یقیناً واجب نہیں ہے۔[۲۵]

قرآن مجید نے جس قدر حج کی اہمیت وافادیت پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اس کا اجمالی خاکہ راقم الحروف نے درج کیا ہے۔ قرآن کریم نے اس اہم اور ہمہ گیر وہمہ جہت عبادت کا جتنا تذکرہ کیا ہے وہ تفصیلی اور لائق تفکر ہے جن کو پڑھنے کے بعد اس عبادت کا عظیم مفہوم واضح ہوتا ہے جو فروع دین میں نماز وروزہ کے بعد ہے۔

اب ہم آپ کی خدمت میں حج کی وضاحت سنت محمد وآل محمد علیہم السلام کی روشنی میں عرض کررہے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

سنت محمد وآل محمد علیہم السلام میں حج

جس طرح قرآن مجید نے حج کے سلسلے سے تاکید کی اور اسکے فضائل ومناسک کا تذکرہ کیا اسی طرح سنت محمد وآل محمد ﷺ نے بھی حج کی اہمیت کو آشکارا کیا اور اپنے قول وفعل وعمل سے اس سنت کو ایک حسین وہمہ گیر وہمہ جہت عبادت بنا دیا۔ چنانچہ اس سلسلے میں متعدد حدیثیں اور گوشہ ہای سیرت معصومین علیہم السلام ہمارے لئے مشعل راہ ہیں اور یہاں قدر ضرورت کچھ اہم گوشہائے سیرت بیان کیے جارہے ہیں۔

حج اور سنت رسول ﷺ: وعن رسول اللہ ﷺ کل نعیم مسئول عنه صاحبه الا من کان فی غزو او حج ''ہر نعمت کے بارے میں اس کے مالک سے (روز قیامت) سوال کیا جائے گا

(کہ کہاں خرچ کی) سوائے اس چیز کے جسے جہاد اور حج میں خرچ کیا ہو۔ ۲۶

سورۂ مبارکہ فتح کی آیت نمبر ۲۷ اور رسولؐ کا خواب:

سورۂ مبارکہ فتح کی ۲۷ ویں آیت کے ضمن میں یہ واقعہ تاریخ میں نقل کیا گیا ہے کہ:

پیغمبرؐ نے مدینہ میں ایک خواب دیکھا کہ آپ صحابہ کرام کے ساتھ عمرہ کے مناسک ادا کرنے کے لئے مکہ میں داخل ہو رہے ہیں اور اس خواب کو صحابہ کرام کے سامنے بیان کردیا، وہ سب کے سب شاد وخوش حال ہوئے لیکن چونکہ ایک جماعت یہ خیال کرتی تھی کہ اس خواب کی تعبیر اسی سال پوری ہوگی، تو جس وقت قریش مکہ نے مکہ میں ان کے داخل ہونے کا راستہ حدیبیہ میں ان کے آگے بند کردیا تو وہ شک وتردد میں مبتلا ہوگئے کہ کیا پیغمبرؐ کا خواب بھی معاذ اللہ غلط ہوسکتا ہے۔ کیا اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ ہم خانۂ خدا کی زیارت سے مشرف ہوں گے۔ پس اس وعدہ کا کیا ہوا اور وہ رحمانی خواب کہاں چلا گیا؟ پیغمبر ﷺ نے اس سوال کے جواب میں فرمایا کہ" کیا میں نے تم سے یہ کہا تھا کہ یہ خواب اسی سال پورا ہوگا؟ اوپر والی آیت کریمہ اسی بارے میں مدینہ کیطرف بازگشت کی راہ میں نازل ہوئی اور تاکید کی گئی کہ یہ خواب سچا تھا اور ایسا مسئلہ حتمی اور قطعی انجام پانے والا ہے۔ اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ خدا نے پیغمبر ﷺ کو خواب میں جو کچھ دکھلایا وہ سچ اور حق ہے۔ اس کے بعد فرماتا ہے کہ انشاء اللہ تم سب کے سب قطعی طور پر انتہائی امن وامان کے ساتھ اسی حالت میں کہ تم اپنے سروں کو منڈوائے ہوئے ہوگے یا اپنے ناخنوں کو کٹوائے ہوئے ہوگے اور مسجد الحرام میں داخل ہوگے اور کسی شخص سے تمہیں خوف ووحشت نہ ہوگی۔ (لتدخلنّ المسجد الحرام ان شاء اللّٰہ آمنین محلّقین رؤسکم ومقصّرین لا تخافون) لیکن خدا اس چیز کو جانتا ہے جسے تم نہیں جانتے ہو۔

اس تاخیر میں ایک حکمت تھی کہ اس سے پہلے ایک قریب کی فتح قرار دے دی" فَجَعَل من دُونِ ذلک فتحاً قریباً" نتیجتاً رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے سال عمرہ کے مناسک ادا کیے۔ ۲۷

حج ائمہ طاہرین علیہم السلام کی نظر میں:

امام المتقین علی علیہ السلام: حضرت علی علیہ السلام کی نگاہوں میں حج کی بہت زیادہ اہمیت

ہے۔فرماتے ہیں: وفرض علیکم حج بیته الحرام الّذی جعله قبلة للانام یردّونه ورود الانعام و یالھون الیه ولوه الحمام جلعه سبحانه علامة لتواضعھم لعظمته ، واذعانھم لعزّته واختار من خلقه سمّاعا اجابو الیه دعوته"

پرور دگار نے تم لوگوں پر حج بیت الحرام کو واجب قرار دیا ہے جسے لوگوں کے لئے قبلہ بنایا ہے اور جہاں لوگ پیاسے جانوروں کے طرح بے تابانہ وارد ہوتے ہیں اور ویسا انس رکھتے ہیں جیسے کبوتر اپنے آشیانہ سے رکھتا ہے حج بیت اللہ کو مالک نے اپنی عظمت کے سامنے جھکنے کی علامت اور اپنی عزت کے ایقان کی نشانی قرار دیا ہے۔ ۲۸

مولود کعبہ نے حج نہ کرنے والوں کو ہلاک شدہ قرار دیا ہے اور فرماتے ہیں کہ:۔لا تترکو حج بیت ربکم فتھلکوا۔ اپنے پروردگار کے گھر خانہ کعبہ کا حج ترک نہ کرنا ورنہ ہلاکت سے ہم کنار ہوجاؤ گے۔۲۹

حضرت فاطمہ الزہراء(س) فرماتی ہیں کہ (جعل اللّٰه الحج تشییداً للدّین) اللہ تعالیٰ نے دین کی مضبوط کرنے کے لئے حج قرار دیا۔۳۰

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام: حافظ ابونعیم اصفہانی کی کتاب ''حلیۃ الاولیاء'' کے حوالے سے درج کرتے ہیں کہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے مدینہ اور مکہ میں رہتے ہوئے ۲۰ حج پا پیادہ کیے اور بعض کے مطابق ۲۵ حج۔

امام حسین علیہ السلام: آپ کے بارے میں بھی تاریخ وسیرت کے مولفین لکھتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے بھی ۲۵ حج پا پیادہ کیے۔

امام زین العابدین علیہ السلام: آپ فرماتے ہیں کہ:

وحجّوا واعتمروا وتضع اجسامکم وتتسع ارزاقکم ویصلح ایمانکم وتکفّوا مؤنة عیالاتکم: حج اور عمرہ بجالایا کرو۔جسمانی طور پر صحت مند رہو گے اور رزق میں اضافہ وبرکت ہوگی اور ایمان میں اصلاح ہوگی اور تمہارے مال میں اتنی وسعت ہوگی کہ اپنے لوگوں اور اہل خانہ کی ضرورتوں کو پورا کرسکو گے۔ ۳۱

امام محمد باقر علیہ السلام: آپ فرماتے ہیں کہ: الحاج والمعتمر وفد اللّٰه ان سئلوه اعطاھم وان دعوه اجابھم وان شفعوا شفعھم وان سکتوا ابتداھم ویعوّضون بالدّرھم الف

الف درھم" حج اور عمرہ کرنے والے اپنے وفد کی حیثیت رکھتے ہیں جو خداوند عالم کی بارگاہ میں حاضر ہوا، اگر یہ لوگ اس سے کچھ مانگیں تو عطا کرے گا اور اسے پکاریں تو انہیں جواب دے گا کسی کی سفارش کریں تو اس کی سفارش کو قبول کرے گا اگر خاموش رہیں تو خود ابتدا کرے گا اور ہر درہم کے بدلے انہیں ہزار ہزار درھم دیئے جائیں گے۔ ۳۲

امام جعفر صادق علیہ السلام، آپ فرماتے ہیں کہ:

" من مات ولم يحج حجة الاسلام ولم يمنعه من ذلک حاجة تحجف به أومرض لايطيق الحج او سلطان يمنعه فليمت يهوديا او نصرانيا"

اگر کسی شخص نے استطاعت کے باوجود حج کا اسلامی فریضہ ادا نہیں کیا جب کہ نہ ایسا ضروری کام درپیش تھا جو اس کے لئے رکاوٹ بنے، نہ ایسا بیمار تھا کہ جس کی وجہ سے حج کر ہی نہ سکے اور نہ حاکم وسلطان وقت نے اسے منع کیا تھا تو اس کی موت یہودی اور عیسائی کی ہوگی۔ ۳۳

امام علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

اعلم يرحمک اللّٰه انّ الحج فريضة من فرائض اللّٰه جلّ وعزّ الازمة الواجبة من استطاع اليه سبيلا وقد وجب فی طول العمر مرّة واحدة ووعدعليها من الثّواب الجنّة والعفو من الذّنوب وسمی تارکه کافراو توعد علی تارکه بالنّار فنعوذ باللّٰه من النّار۔

جان لو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تم پر رحم کرے کہ حج اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ فرائض میں سے ایک اہم واجب ولازم فریضہ ہے اس شخص کے لئے جس کو وہاں جانے کی استطاعت ہو۔ یہ پوری زندگی میں صرف ایک بار واجب ہوتا ہے۔ خداوند عالم نے اس کی ادائیگی پر گناہوں کی مغفرت اور اس کے ثواب کے طور پر جنت کا وعدہ کیا ہے۔ اسے چھوڑ دینے والے کو کافر کہا گیا ہے اور حج نہ کرنے والے کو جہنم کے عذاب کی خبر دی ہے پس ہم عذاب جہنم سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ ۳۴

نتیجۃ البحث

اس پوری بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ حج جیسی انفرادی و اجتماعی عبادت ادا کرنے کے سلسلے میں جس قدر تاکید کی گئی ہے وہ اسے ایک منفرد وجداگانہ عبادت بنا دیتی ہے جو اپنے اندر ایسا فلسفۂ حیات وممات رکھتی ہے کہ حاجی کو بقاء فی اللہ اور فناء فی اللہ کی منزلوں میں کھڑا کر دیتی ہے اسی لئے جہاں قرآن کریم نے حج کی افادیت اور اس کی بجا آوری پر زور دیا ہے وہیں ائمہ طاہرین علیہم السلام نے

بھی اپنی سنت میں حج کے عمومی وخصوصی فوائد بیان کئے ہیں تاکہ بندگانِ خدا اس اہم وعظیم فریضۂ حج کو ادا کریں اور اپنا دینی شعار بلند کر کے قرب الٰہی حاصل کریں۔ اور شاید اسی لئے جس قدر مشقت وتکالیفِ سفر مالی اخراجات ادائیگی فریضۂ حج میں رکھی گئی کسی دوسرے فریضہ میں اس قدر شدت کے ساتھ نہ آیات قرآنیہ نے حکم دیا اور نہ سنت کی روشنی میں کوئی گوشہائے سیرت سامنے آئے تاکہ بندہ منزل ابتلاء سے دوچار ہو کر دولت خرچ کر کے آرام وسکون کو بالائے طاق رکھ کر خانۂ خدا میں حاضر ہو جو تعمیر خلیل علیہ السلام ہے اور افعال ومناسک حج اور ہر فعل اور فرض کو ادا کرنے میں اس کے پیچھے کے فلسفہ پر غور کرے تو وہ نفس پرستی دنیا طلبی سے نکل کر خالصتاً اللہ کا بندہ بنتا ہوا نظر آئے۔ حج کا فلسفہ اپنے اندر گہرا اسرار ورموز حکمت و وحدت مسلمین لئے ہوئے ہے کہ اگر تمام مسلمانان عالم اس کے نتائج وفوائد کو اپنے دامن میں سمیٹ لیں تو وہ اپنی مادی زندگی سے نکل کر روحانی اور معنوی زندگی سے بہرہ مندہ ہوجائیں اور جب انہیں ایسی حیات حاصل ہوجائے تو نہ صرف ان کی انفرادی زندگی نمونۂ جنت بن جائے بلکہ ان کا اجتماعی عمل اور معاشرہ بھی جنت کا نمونہ بنتا ہوا دکھائی دے۔ اور ایسے دور رس اثرات مرتب ہوں کہ جس کا ثمرہ اس حیات میں بھی محسوس ہو اور اخروی زندگی بھی سنور جائے۔

لہٰذا ہمیں کہنا پڑتا ہے کہ یہ معرفت حج ہی ہے جو بندگان خدا کو اس حقیقی حج کی دعوت دے رہی ہے۔ جس کا مطالبہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں اور معصومین علیہم السلام نے اپنی سیرت کے ذریعہ کیا ہے کہ انسانی اجتماع اس حج کے حقیقی مفہوم کو درک کرے اور اس کے اعلیٰ وارفع نتائج تک بھی امت مسلمہ کی رسائی ہو جو حقیقی حج کا ایک امتیاز ہے۔ ورنہ وہ حج جو صرف جاہ وحشمت اور دکھاوے کے لئے ہو اور اپنے کو حاجی کہلوانے کے لئے کیا جائے تو ایسا حج اور حاجی اصل حقیقت سے کوسوں دور ہے۔ اس طرح کے حج کا مطالبہ نہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اور نہ سنت میں اس کا بیان ہے بلکہ حق تو یہ ہے کہ ایسا حج اہداف ومقاصد اسلامی کے خلاف ہے اور ایسی راہ پر گامزن کیے ہوئے ہے جو سامراجی طاقتوں کو قوت اور مقاصد اسلامی کو پامال کررہا ہے جہاں نہ اسلام کا کوئی پاس ولحاظ ہے اور نہ اس کے اہداف کا۔ اور ایسے حج کرنے والے حقیقی حج کے مفہوم کو مسخ کر کے خود نمائی اور نفس پرستی کا شکار ہورہے ہیں ورنہ کبھی ہمارے معاشرہ کا یہ طرز کلام نہ ہوتا کہ حاجی پاجی (شرارتی) ہوتے ہیں۔ یہ وہی دوری ہے جو حج کے فرائض کی انجام دہی تو کرارہی ہے لیکن اس کے انفرادی واجتماعی فوائد سے تہی دست وتہی دامن کیے ہوئے ہے ورنہ حاجی لقب کیساتھ ایسے لفظ کا استعمال

(نعوذ باللہ من ذلک)

الغرض ہمیں مفہوم حج اور اس کے مقاصد پر غائر نگاہ سے مطالعہ کرنا چاہئے تا کہ حج صرف حج نہ رہے بلکہ انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو سنوارتے ہوئے اُسے اپنے رب کا نیک سیرت بندہ اور معاشرے کا ایک ذمہ دار با اخلاق فرد بھی بنادے تا کہ اس کی دنیاوی زندگی حاضر و مستقبل کے لئے نمونۂ حیات اور اخروی زندگی سرخ رو اور کامیاب ہو سکے۔ پروردگار عالم ہمیں حج کی سعادت سے بہرہ منداور اس کے حقیقی مفہوم سے وابستگی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

حوالے:

۱۔سورۂ حج، آیت ۲۷

۲۔ باب نوادر ما یتعلق بابواب الاحرام مستدرک الوسائل، ج۹، ص ۱۹۵

۳۔سورۂ آل عمران، آیت ۹۷

۴۔تفسیر المیزان، ج ۳، ص ۳۷۵

۵۔ترجمہ تفسیر درمنثور، جلد ۲، ص ۱۵۶، مفسر امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی

۶۔تفسیر انوار النجف فی اسرار المصحف، جلد ۴، ص ۱۸

۷۔تفسیر امثل آیۃ اللہ ناصر مکارم شیرازی دام عزہ، جلد ۲، ص ۴۵۴

۸۔سورہ بقرہ، آیت ۱۹۷

۹۔التہذیب، جلد ۵، ص ۲۹۶

۱۰۔تفسیر اختصاصی المیزان، جلد ۲، ص ۲۹

۱۱۔ الامثل تفسیر اختصاصی، جلد ۲، ص ۳۱

۱۲۔سورۂ بقرہ، آیت ۱۹۸

۱۳۔تفسیر المیزان، جلد ۲، ص ۷۹، ۸۰

۱۴۔تفسیر الامثل، جلد ۲، ص ۳۳

۱۵۔سورۂ بقرہ، آیت ۲۰۳

۱۶۔تفسیر نہج البیان، جلد ا ،ص۲۷۵
۱۷۔تفسیر المیزان، علامہ محمد حسین طباطبائی قدس سرہ، جلد ۲،ص ۸۲
۱۸۔سورۂ بقرہ، ۱۲۵
۱۹۔تفسیر المیزان، جلد ا ،ص ۲۸۳
۲۰۔تفسیر المیزان جلد ا ،ص ۸۳۔۲۸۴
۲۱۔تفہیم القرآن، ابو الاعلیٰ مودودی، جلد ا ،ص۱۱۰
۲۲۔سورۂ بقرہ، آیت ۱۵۸
۲۳۔تفسیر شبر، جلد ا ،ص ۲۴
۲۴۔سورۂ فتح، آیت ۲۷
۲۵۔تفسیر الامثل، جلد ۱۶،ص ۴۴۶
۲۶۔بحار الانوار، جلد ۹۶،ص ۱۵
۲۷۔بحوالہ تاریخ طبری، جلد ۲،ص ۳۱۰، اختصار وخلاصہ کے ساتھ
۲۸۔نہج البلاغہ، خطبہ ا ، فی ذکر حج بیت اللہ
۲۹۔ثواب الاعمال ،ص ۲۱۲
۳۰۔اعیان الشیعۃ ،ص ۳۱۶
۳۱۔اصول کافی ،جلد ۴،ص ۲۵۲، بحار الانوار، ج۵۹،ص ۲۶۷
۳۲۔التہذیب، ج ۵ ،ص ۲۴
۳۳۔اصول کافی، جلد ۴،ص ۲۶۸، الفقیہ، جلد ۳،ص ۲۴۴
۳۴۔بحار الانوار، جلد ۹۶،ص ۱۱